صریر خامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 03, Issue 02 (October to December 2024)

پھلوں کی خرید و فروخت کا شرعی حکم اور چلغوزہ (غیٹہ) کے متعلق مولانا نور محمد شہیدؒ کے مؤقف کا فقہی مطالعہ

The Shari'ah Ruling on the Sale and Purchase of Fruits and a Jurisprudential Study of Maulana Noor Muhammad Shaheed's (RA) Position on Chalghoza (Pine Nuts)

1۔ ثناء اللہ
ایم فل اسکالر قرطبہ یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان
sanawazir73@gmail.com
2۔ بشریٰ تاج
پی ایچ ڈی سکالر لاہور لیڈز یونیورسٹی
Bush1993ra@gmail.com

Abstrct

Allah has bestowed countless blessings upon humanity, and among these are the fruits of the earth, which serve as essential sources of nourishment. In Islamic tradition, fruits are not only seen as a means of sustenance but also a valuable source of income. Pakistan, with its diverse agricultural landscape, is home to a wide variety of fruits, such as mangoes, guavas, apples, peaches, apricots, plums, pears, grapes, oranges, and chico. In addition, dry fruits like dates, almonds, walnuts, and chalghoza (pine nuts) are significant to the local economy. The sale and purchase of these fruits, particularly in their seasonal cycles, hold economic importance. For instance, certain varieties of apples, such as Gajja and Kulu, ripen at different times, affecting the market trade. Similarly, the plum varieties follow a similar pattern. Chalghoza, harvested predominantly in the mountainous regions of Waziristan and the Sulaiman Range, is another key product of trade, with its harvesting area extending over 200 km. This paper delves into the Shari'ah rulings regarding the sale and purchase of fruits, with a particular focus on chalghoza. It presents a detailed analysis of Maulana Noor Muhammad Shaheed's (RA) jurisprudential stance on these matters. By exploring Islamic legal perspectives, the study aims to offer a clear understanding of the permissible practices in fruit trade and the specific guidelines regarding chalghoza in light of Islamic teachings.

Keywords: *Fruits, Sale and Purchase, Islamic Jurisprudence, Trade, Chalghoza, Maulana Noor Muhammad Shaheed (RA), Economic Impact, Seasonal Trade*

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسانوں کے لیے غذاؤں کی صورت میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں اس میں پھل بھی شامل ہیں ، جو کھانے اور پینے کی شکل میں مختلف انداز سے استعمال ہوتے ہیں، اور یہ پھل آمدن کا بہترین ذریعہ شمار ہوتے ہیں ۔ پاکستان میں مختلف قسم کی پھل پائے جاتے ہیں جن میں آم، امرود، سیب، آڑو، خوبانی، آلوچہ، ناشپاتی، انگور، کینو اور چیکو قابل ذکر ہیں اسی طرح خشک میوہ جات کھجور، بادام، اخروٹ اور چلغوزہ بھی پائے جاتے ہیں۔

ان کا موسم شروع ہوتے ہی لوگ تجارت کی غرض سے خرید و فروحت کرتے ہیں، تو ان پھلوں میں سے بعض پھل پہلے ظاہر ہوتے اور پکتے ہیں اور بعض بعد میں مثلاً سیب میں مختلف اقسام (گاجا، کولو وغیرہ) پائے جاتے ہیں تو ان میں گاجا پہلے ظاہر اور پکتا ہے اور کولو بعد میں، اسی طرح آلوچہ میں بھی اقسام پائی جاتی ہیں جس میں بعض پہلے ظاہر اور پکتے ہیں اور بعض بعد میں۔

اسی طرح پاکستان کے پہاڑوں میں چلغوزہ بھی پایا جاتا ہے جس میں کوہ سلیمان کا پہاڑی سلسلہ مشہور ہے جو 200 کلو میٹر رقبے تک پھیلا ہوا ہے، اسی طرح یہ چلغوزہ وزیرستان کے پہاڑوں میں بھی پایا جاتا ہے، ان کا موسم شروع ہوتے ہی لوگ تجارت کی عرض سے ان پھلوں کی خرید و فروحت کرتے ہیں، ذیل میں ان کا شرعی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

بیع (خرید و فروحت) کی وضاحت:

بیع کا لغوی معنٰی ہے "خرید و فروحت"[1]

اصطلاحی تعریف:

بیع کے اصطلاحی تعریف کے متعلق مذاہب اربعہ کا اختلاف ہے ، مگر فقہاء احنافؒ کے نزدیک مشہور تعریف یہ ہے کہ:

أما تعريفه فمبادلة المال بالمال بالتراضي[2]

"مال کا مال سے آپسی رضامندی سے تبادلہ کرنا"

پھل کی خرید و فروحت کی صورتیں اور ان کا شرعی حکم:

پھل کی خرید و فروحت کے جائز اور ناجائز ہونے کے متعلق فقہاء کرام نے تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

کہ ابھی تک پھل درخت پر بالکل ظاہر نہ ہوا ہو تو اس صورت میں پھل کی بیع (خرید وفروحت) کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ بیع معدوم کی زمرے میں آنے کی وجہ سے مطلقاً ناجائز ہے اور ائمہ میں سے کوئی بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہے

---

[1] ۔ ابو العباس، حموی، احمد بن محمد بن علی، **المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر**، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ج ۱ ص ۶۹

[2] ۔ البلخی، نظام الدین، **فتاوی ہندیہ**، مکتبہ دار الفکر، بیروت، طبع ثانی، ۱۳۱۰، ج ۳ ص ۲

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لا خلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر [3]

ظاہر ہونے سے قبل پھلوں کی خرید وفروخت کے ناجائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

دوسری صورت:

کہ پھل ظاہر تو ہو گیا ہو لیکن قابلِ انتفاع نہ ہو، قابلِ انتفاع نہ ہونے کے مطلب یہ ہے کہ نہ تو کسی انسان کے کام آسکتا ہے اور نہ کسی جانور کے کام آسکتا ہے تو اس صورت میں پھل کی بیع کے جواز اور عدمِ جواز میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے امام قاضی خان نے فرمایا ہے کہ عامۃ المشائخ ایسی صورت میں پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن علامہ ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس کی بیع جائز ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں:

واذا ظهر الثمر ولكنه غير منتفع به ، حتى فی علف الدواب م ففيه خلاف مشايخ الحنفية ، فذكر قاضی خان عن عامة المشائخ انه لایجوز بیعه ایضاً ولکن صحح ابن الهمام انه یجوز۔ [4]

لہٰذا اس صورت میں عرف اور تعامل الناس کی وجہ پھلوں کی خرید وفروخت کی شرعاً گنجائش ہے۔

اسی طرح جب باغات میں کچھ پھل ظاہر ہو چکے ہو اور کچھ ابھی ظاہر ہونا باقی ہوں تو اس صورت میں بھی فقہاے کرام کا اختلاف ہے لیکن جواز کا قول راجح ہے اور وہ فرماتے ہے کہ موجود پھلوں کو اصل قرار دے کر آنے والے پھلوں کو ان کے تابع قرار دیا جائے۔ [5]

تیسری صورت:

کہ انسانوں یا جانوروں کے لیے قابلِ انتفاع بھی ہو لیکن ابھی "بدوّ صلاح" نہیں ہے یعنی آفات سے محفوظ نہیں ہے کہ اگر کوئی بھی آفت اس کو لگ جائے تو سارا پھل یا اس کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو سکتا ہے، اب اس صورت کی پھر تین صورتیں ہیں:

الف۔ کہ بیع میں یہ شرط لگائی جائے کہ مشتری (لینے والا) ابھی اس پھل کو درخت سے اتار لے گا، اور بیع کے فوراً بعد وہ اس کو کاٹے گا تو اس شرط کے ساتھ بیع بالاجماع جائز ہے، چنانچہ تکملہ فتح الملہم میں مذکور ہے:

ولا فی جواز قبل بدو صلاحها او بعده بشرط القطع۔ [6]

---

[3]۔ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی، **رد المختار**، دار الفکر، بیروت، طبع ثانی ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲ء، ج۴ ص۵۵۵

[4]۔ مفتی، شیخ الاسلام، عثمانی، محمد تقی، **فقہ البیوع**، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع:۱۴۳۶ھ۔۲۰۱۵ء، ج۱ ص۳۲۷ یہی صورت علامہ شامی رحمہ نے بھی بیان کیا ہے، **رد المختار**، دار الفکر، بیروت، طبع ثانی ۱۴۱۲ھ- ۱۹۹۲ء، ج۴ ص۵۵۵

[5]۔ ایضاً ج۱ ص۳۲۷

[6]۔ مفتی، شیخ الاسلام، عثمانی، محمد تقی، **تکملہ فتح الملہم**، دار العلوم کراچی ج۱ ص۳۹۴

بیع میں پھل اتارنے کی شرط لگانے میں چاہے پھل پکنے سے پہلے ہو یا بعد میں کی جواز کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ کہ بیع کی جائے لیکن مشتری یہ کہہ دیں کہ میں یہ پھل خرید رہا ہوں لیکن جب تک یہ پھل پک نہ جائے درخت ہی پر چھوڑوں گا یعنی پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط پکنے تک لگائی جائے یہ صورت فقہاء کرام نے بالاتفاق ناجائز ہے، چنانچہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ رقم طراز ہیں:

ان اتباع الثمار قبل بدو صلاحها او تناهى عظمها، فشرط الترك فى هذه الصورة مفسدة بالاجماع[7]

مگر یاد رہے کہ یہی صورت چونکہ عرف میں رائج ہے، لہٰذا اس صورت میں پھلوں کی بیع کی شرعاً گنجائش ہے، چنانچہ فتاویٰ محمودیہ کے حاشیہ میں مذکور ہے:

عام تجار اور بائعین کی عادت اور ان کا تعامل اس وقت یہ ہے کہ پھلوں کو قبل از بدو صلاح خریدتے ہیں اور ان میں درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگاتے ہیں، ان کے اس تعامل اور عموم بلویٰ کی وجہ سے پھلوں کو خرٖیدتے وقت درختوں پر چھوڑ دینے کی شرط لگانے کی گنجائش ہے۔[8]

لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں پھلوں کی بیع شرعاً جائز ہے۔

ج۔ پھل مطلقاً خرید لیا جائے یعنی اس میں نہ قطع (توڑنا) کرنے کی شرط ہو اور نہ درخت پر چھوڑنے کی شرط ہو بلکہ مطلقاً بیع کی گئی ہو، تو یہ صورت احنافؒ کے نزدیک جائز ہے، چنانچہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اس صورت کے متعلق رقم طراز ہے:

وقال ابوحنيفة رحمة الله : البيع فيها جائز كالصورة الاولى[9]

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ اس صورت میں بھی پھلوں کی خرید و فروحت پہلی صورت کی طرح جائز ہے۔

البتہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی "المعروف کالمشروط" قاعدے کی تحت بیع جائز نہیں ہے، مگر مشائخ نے اس قول کو راجح نہیں قرار دیا ہے، بلکہ اس صورت میں بیع کو جائز قرار دیا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وذكر ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ انه لو كان الترك متعارفا بينهم ، فسد البيع وان لم يشترط الترك فى العقد لفظاً، لان ا لمعروف كالمشروط ، ولكن لم يقبله شيخ مشايخنا الانور رحمه الله تعالىٰ فقال: وتفضيل الشامى ليس بمختار عندى،فيجوزله الفضل وان كان الترك معروفا[10]

اس صورت میں المعروف کالمشروط قاعدے کی بناء پر پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا علامہ شامی رحمہ اللہ کا اپنا مؤقف ہے اور اس کو فقہاء کرام نے راجح نہیں قرار دیا ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی پھلوں کی خرید و فروحت جائز ہے۔

---

[7] ۔ایضاً

[8] ۔مفتی، گنگوہی، محمود حسن، **فتاوی محمودیہ**، تبویب، تخریج اور تعلیق زیر سرپرستی شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ، ج۱۶ص۹۸، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی۔

[9] ۔مفتی، شیخ الاسلام، عثمانی، محمد تقی، **تکملۃ فتح الملھم**، ج۱ص ۳۹۴

[10] ۔مفتی، شیخ الاسلام، عثمانی، محمد تقی، **تکملۃ فتح الملھم**، ج۱ص ۳۹۵

علامہ شامی رحمہ اللہ کے مؤقف کا جواب مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے، چنانچہ وہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ عبارت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے ہاں اس صورت میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آج کل پھلوں کے پکنے تک درخت پر چھوڑنا متعارف ہے تو "المعروف کالمشروط" کے تحت یہ بیع فاسد ہونی چاہیے۔

اس کے جواب میں مفتی صاحب لکھتے ہے کہ " شرط ابقاء کے مفسدِ عقد ہونے کی علت افضاء الی المنازغہ ہے ، اور تعامل ابقاء کی صورت میں احتمال منازغہ نہیں ہے "[11]

پھول کے دوران باغات کی خرید و فروخت کی ایک جائز صورت:

ما قبل میں تو اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ پھل ظاہر ہونے سے قبل باغات کی خرید و فروخت جائز نہیں، تو اسی اگر باغات میں درختوں پر پھول نکل آئے ہو تو اس صورت میں بھی باغات کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

البتہ اس کے لیے یہ ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ جب درختوں پر پھول نکل آئے ہو تو اس وقت بیع کا معاملہ طے نہ کیا جائے بلکہ وعدہِ بیع کرے، یعنی کہ فروحت کرنے والا (بائع) خریدار (مشتری) کو کہہ دیں کہ جب یہ پھل ظاہر ہو جائیں گے یعنی قابل بیع ہو جائیں گے، تو میں اتنی رقم کے بدلے یہ پھل آپ کو بیچ دوں گا، اور خریدار اس بات کا وعدہ کر لیں کہ میں اس رقم کے بدلے یہ پھل خرید لوں گا، پھر جب پھل قابلِ بیع یعنی ظاہر ہو جائیں تو باقاعدہ بیع کا معاملہ کر لیں، اور اس دوران باہمی رضامندی سے سابقہ قیمت (جو وعدہ کے وقت مقرر کیا تھا) پر بیع ہو سکتی ہے اور نئی قیمت بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔

نیز اس صورت میں یعنی وعدہ کے وقت فروخت کنندہ خریدار کو دیکھنے کے لیے کہ یہ وعدہ میں سنجیدہ ہے یا نہیں؟ کچھ رقم بھی لے سکتا ہے، لیکن دوبارہ معاملہ میں طے شدہ قیمت سے اس رقم کو منہا کیا جائے گا۔

خلاصہِ کلام:

پھل ظاہر ہونے سے قبل باغات کی خرید و فروحت بالاجماع ناجائز ہے چاہے درختوں پر پھول نکلنے سے پہلے ہو یا پھول نکلنے کے دوران ہو، البتہ پھل ظاہر ہونے کے بعد باغات کی خرید و فروحت ہر صورت میں چاہے قابل انتفاع ہو یا نہ ہو، چاہے بشرط الترک ہو (کہ جب تک یہ پھل پک نہ جائے اس وقت تک درخت ہی پر چھوڑوں گا) یا مطلقاً ہو ہر صورت میں پھلوں کی بیع جائز ہے۔

چلغوزہ (غیٹہ) کی خرید و فروحت:

چلغوزہ کی خرید و فروحت کا شرعی حکم بیان کرنے سے پہلے چلغوزہ کا تعارف بیان کیا جاتا ہے، چلغوزہ (غیٹہ) پہاڑوں میں قدرتی طور پر اُگتے ہیں، اور جنوبی وزیرستان کے پہاڑوں میں اس کے بڑے بڑے جنگلات پائے جاتے ہیں اور اہلِ علاقہ کی ملکیت شمار ہوتا ہے، مولانا نور محمد شہیدؒ سے چلغوزے کی خرید و فروحت کے متعلق ایک سوال میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے کہ:

[11] ۔ مفتی، لدھیانوی، رشید احمد، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید، طبع ثانی ۱۴۲۵ھ، ج ۶ ص ۴۸۶

ثمر صنوبر یعنی چلغوزے کے دانے سخت قدرتی خول میں بند ہوتے ہیں، یہ خول مئی کے اواخر اور جون کی ابتداء میں ظاہر ہوتے ہیں، ان کا ابتدائی سائز جنگلی بیر کے برابر ہوتا ہے، اور آئندہ سال اگست کے اختتام تک بیضوی شکل میں ناشپاتی جتنے ہو جاتے ہیں جن پر ایسا لیس دار مادہ چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کوئی چیز اندر نہیں جا سکتی اس خول کے اندر دانوں کے لیے قدرتی خانے بنے ہوتے ہیں، اس خول کو پشتو زبان میں "غیٹہ" کہا جاتا ہے، جس کی جمع "غیٹے" بولی جاتی ہے، اس کے ظہور سے پکنے تک کا زمانہ پندرہ یا سولہ ماہ ہوتا ہے، دوسرے درختوں کی بنسبت صنوبر کے درخت میں یہ خاصیت ہے کہ ابھی سابقہ پھل درخت پر ہوتا ہے کہ مئی کے اواخر میں آئندہ سال کا پھل بھی ظاہر ہو جاتا ہے، کچھ عرصہ بعد جب اگست کے آخر میں غیٹے توڑے جاتے ہیں تو آئندہ سال کے غیٹوں کا حجم ابھی اصلی بیر کے برابر ہوتا ہے"[12]

مولانا نور محمد شہیدؒ نے آگے چلغوزے کی درخت کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

چلغوزے کے درخت بہت بلند ہوتے ہیں، ان کا پھل عموماً شاخوں کے آخری سروں پر مضبوطی کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے، اس درخت کی لکڑی اور شاخیں اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ اچانک ٹوٹ جاتی ہیں، پھل توڑنے کے لیے لوگ ایک لمبی لکڑی کے سرے پر لوہے کی کھونٹیاں باندھ لیتے ہیں جسے غیٹہ کے مضبوط پیوند میں ڈال کر انہیں توڑتے ہیں، اس کے شاخ پر پختہ گھچے کے ساتھ آئندہ سال کے گھچے بھی موجود ہوتے ہیں، جنہیں پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، مگر پختہ گھچے کو توڑنے میں اگر معمولی بے احتیاطی کی جائے تو بسا اوقات پوری شاخ ٹوٹنے کی وجہ سے آئندہ سال کا کچا میوہ بھی ضائع ہو جاتا ہے، اگر توڑنے والا خود مالک ہو تو وہ احتیاط کرتا ہے کہ آئندہ سال کا پھل ضائع نہ ہو اور ضائع ہونے کی صورت میں کسی نزاع کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے لیکن اگر موجودہ سال کا پھل کسی ایک تاجر نے اور آئندہ سال کا کسی دوسرے تاجر نے خریدا ہو تو ایسی صورت میں دونوں تاجروں کے درمیان نزاع اور جھگڑے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے"[13]

چلغوزہ(غیٹہ) کے خرید و فروخت کے متعلق قائلین عدمِ جواز کا استدلال:

چلغوزہ (غیٹہ) کی خرید و فروخت کے متعلق بعض حضرات عدمِ جواز کے قائل ہے، اور ان کا استدلال مولانا نور محمد شہیدؒ نے یوں نقل کیا ہے کہ:

غیٹوں کی خرید و فروخت میں مقصود ان کے اندر مخفی دانے ہوتے ہیں، اور ان کا ظہور کافی مدت کے بعد ہوتا ہے، اور وقت بیع ان کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا ہے اور جب اصل مبیعہ معدوم ہو تو بیع کیونکر صحیح ہو سکتی ہے، کیونکہ صحت بیع کے لیے وجود مبیعہ شرط ہے، لہذا جب تک خول (غیٹوں) کے اندر چلغوزے کے دانے ظاہر نہ ہو جائیں تب تک ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے"[14]

---

[12] ۔ مولانا، شہید، نور محمد، **جدید فقہی مسائل ورسائل**، مکتبہ دارالعلوم وزیرستان وانا، طبع ثانی ستمبر ۲۰۱۵ ص ۱۸۹

[13] ۔ ایضاً ص ۱۸۹، ۱۹۰۔

[14] ۔ مولانا، شہید، نور محمد، **جدید فقہی مسائل ورسائل**، ص ۱۹۰

اس استدلال سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے چلغوزے کی بیع کو مذکورہ بالا ذکر کردہ صورتوں میں سے پہلی صورت شمار کیا ہے اور اس کو معدوم کا بیع قرار دے کر عدمِ جواز کا حکم لگایا گیا ہے۔

چلغوزہ (غیٹہ) کے متعلق مولانا نور محمد شہیدؒ کا مؤقف:

مولانا نور محمد شہیدؒ نے اپنا مؤقف اور ذکر دہ عدمِ جواز کے استدلال سے قبل فقہ حنفی کی چند قواعد کا ذکر کیا ہے تاکہ اپنا مؤقف اور جواب اچھی طرح سمجھ میں آسکیں، مگر ان قواعد کا ذکر کرنے سے قبل چلغوزے کے متعلق "المنجد" کی تحقیق نقل یوں کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

لغت عربی کی مشہور کتاب (المنجد) میں حرف ص، ن، ب یعنی "صنب" کے تحت صاحب منجد نے چلغوزہ کا درخت اور شاخ پر لگے ہوئے خول غیٹے کی الگ تصویر بنائی ہے اس کے ساتھ لکھا ہے (ثمر الصنوبر) یعنی صنوبر کا پھل" اس کے بعد مولانا نور محمد شہیدؒ لکھتے ہیں کہ "یہ وضاحت اس لیے کی گئی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ غیٹے کا ظہور پھل کا ظہور نہیں یا غیٹہ پھل نہیں"[15]

فقہی قواعد:

مولانا نور محمد شہیدؒ نے اپنا مؤقف کو بیان کرنے سے قبل چند فقہی قواعد کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ قواعد ملاحظہ ہو:

1۔ جب متکلم (بات کرنے والا) کوئی واضح اور صریح الفاظ بولے تو متکلم کے کلام سے ظاہری معنیٰ مراد ہوگا اس کی نیت اور قصد کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، چنانچہ شمس الائمہ علامہ السرخسی فرماتے ہیں:

ثم حكم الصريح ثبوت موجبه بنفسه من غير حاجة إلى عزيمة[16]

صریح الفاظ کا حکم خود بخود بولنے سے ثابت ہو جاتا ہے بولنے والے کی نیت اور قصد کی ضرورت نہیں ہوتی

2۔ جب اصل مبیعہ ایسا مخفی ہو کہ وہ نظر نہ آئے اور جس چیز کے اندر مخفی ہے اس پر مبیعہ کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو یہ بیع باطل ہے، اس لیے کہ اس صورت میں مبیعہ کے عدم وجود کا احتمال ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

إذا باع النوى في التمر أو البذر في البطيخ حيث لا يكون صحيحا. وإن شقهما وأخرج المبيع لأن في وجودهما احتمالا[17]

اگر کھجور کے اندر گٹھلی یا خربوز کے اندر تخم کو فروخت کیا تو یہ بیع جائز نہیں ہے، اگرچہ بیع کے بعد کھجور اور خربوزہ کو چیر کر مبیعہ کو باہر نکال لیں تو بھی سابقہ بیع صحیح نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ بیع کرتے وقت احتمال تھا کہ مبیعہ (گٹھلی اور تخم) موجود نہ ہو۔

اسی طرح علامہ خالد الآتاسی لکھتے ہیں کہ:

و مثل المعدوم بيع ماله خطر العدم فيبطل بيع الجنين فى بطن امه واللبن فى الضرع و الؤلؤ فى الصدف كما فى الدرو حواشيه و منه مايعد معدوما عرفا كبيع ما فى التمر من نوى وما فى القطن من حب فانه

---

[15]۔ ایضاً۔ ص ۱۸۹

[16]۔ شمس الائمہ، سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، **اصول السرخسی**، مکتبہ دار المعرفہ، بیروت، ج ا ص ۱۸۸

[17]۔ الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن برھان الدین، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، **الھدایہ فی شرح البدایۃ المبتدی**، مکتبہ داراحیاء تراث العربی، بیروت، ج 3 ص ۴۴۔

باطل لان النوی والحب معتبر عدماها الکا فی العرف فانه یقال ذا تمر و قطن ولا یقال هذا نوی فی تمر ولا حب فی قطنه کذا فی الفتح[18]

"وہ مبیع بھی معدوم کے حکم میں ہے جس کے معدوم ہونے کا احتمال ہو، پس گابھن جانور کے پیٹ میں بچے کی بیع، تھن کے اندر دودھ کی بیع اور صدف کے اندر موتی کی بیع باطل ہے، جیسا کہ در مختار اور اس کے حواشی میں ہے، اور اسی قسم میں شمار ہوتا ہے، ان چیزوں کی بیع جن کو عرف میں معدوم سمجھا جاتا ہے جیسے کھجوروں کے اندر گھٹلیوں اور کپاس کے اندر اس کے تخم کی بیع، پس یہ بیع باطل ہے، کیونکہ ایسی چیزیں عرف میں معدوم اور غیر موجود سمجھی جاتی ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ کھجور ہے اور یہ کپاس ہے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ کھجور کے اندر گھٹلیاں یا کپاس کے اندر تخم کے دانے ہیں ایسا ہی فتح القدیر میں ہے"

اب اس کے بعد مولانا نور محمد شہیدؒ اپنا مؤقف یوں پیش کیا ہے کہ پشتو زبان میں غیٹہ عرف و عادت کے اعتبار سے اس بیضوی شکل کے خول کا نام ہے جس کے اندر اصل میوہ مخفی ہوتا ہے، اس غیٹے اور چلغوزے کی مثال بند ڈبے میں پڑی ہوئی مٹھائی کی طرح ہے، جس طرح ڈبے پر مٹھائی اور مٹھائی پر ڈبے کا اطلاق درست نہیں اسی طرح مقامی زبان میں میں غیٹے سے چلغوزے اور چلغوزے سے غیٹے مراد لینا درست نہیں اور عقدِ بیع میں غیٹہ کی بیع ہوتی ہے نہ کہ چلغوزے کی، لہٰذا اس کو چلغوزے کی بیع کہنا درست نہیں، البتہ یہ بات درست ہے کہ غیٹے کی خرید وفروحت سے مقصد چلغوزہ کے دانے ہوتے ہیں، لہٰذا بیع کے ساتھ وہ بھی خریدار کی ملک میں آجائیں گی، کیونکہ "الامور بمقاصدہا"، لیکن عقد بیع کے لیے صریح مبیعہ غیٹہ ہے، جس کی موجودگی شرط ہے جب کہ اس کا ظہور ہو چکا ہو تو بیع بے شک صحیح ہے، چونکہ الفاظ میں چلغوزے کے لفظ کا ذکر نہیں ہوتا، لہٰذا چلغوزے کے وجود اور عدمِ وجود سے کوئی فرق نہیں پڑتا[19]

اختلاف کا مدار:

جو حضرات کہتے ہیں کہ چلغوزے کی بیع خول (غیٹہ) میں ظہور سے قبل ناجائز ہے، انہوں نے چلغوزہ ہی کو مدار بناکر حکم لگایا ہے، جبکہ مولانا نور محمد شہیدؒ نے عرف وعادت کو بنیاد بناکر اصل مدار خول (غیٹہ) ہی بنایا ہے، چونکہ اس کا ظہور بھی ہو چکا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ عقدِ بیع میں بھی غیٹے کا تذکرہ ہوتا ہے اگرچہ اصل مقصود چلغوزہ ہی ہو۔

خلاصہِ کلام:

اس سلسلے میں مولانا نور محمد شہیدؒ کا مؤقف درست لگ رہا ہے، کیونکہ ہمارے ہاں عرف میں جب چلغوزے (غیٹے) کی خرید وفروحت ہوتی ہے، تو لوگ عقدِ بیع میں غیٹہ کا تذکرہ کرتا ہے، تو لہٰذا اس کو ہم غیٹے کی بیع قرار دیں گے، اگرچہ ان کا مقصود چلغوزہ ہو۔

نیز اس صورت میں یہ بیع قبل ظہور یعنی بیع معدوم کی بھی شمار نہیں ہوتی ہے کیونکہ غیٹہ (جس کے اندر چلغوزہ ہوتا ہے) کا ظہور ہو چکا ہے۔

---

[18] ۔ **شرح المجلہ للآتاسی**، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ج۲ ص ۹۳

[19] ۔ مولانا، شہید، نور محمد، **جدید فقہی مسائل ور سائل**، ص ۱۹۱

مصادر و مراجع

1. ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز۔ **رد المحتار علی الدر المختار**۔ بیروت: دار الفکر، طبع ثانی، 1412ھ / 1992ء۔
2. الآتاسی۔ **شرح المجلۃ**۔ کوئٹہ: مکتبہ رشیدیۃ، س ن۔
3. البلخی، نظام الدین۔ **الفتاویٰ الہندیہ**۔ بیروت: مکتبہ دار الفکر، 1310ھ۔
4. الحموی، احمد بن محمد بن علی۔ **المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر**۔ بیروت: المکتبۃ العصریہ، 2007ء۔
5. السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل۔ **اصول السرخسی**۔ بیروت: مکتبہ دار المعرفۃ، س ن۔
6. المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل۔ **الہدایہ فی شرح البدایۃ المبتدی**۔ بیروت: مکتبہ دار احیاء التراث العربی، 2019ء
7. گنگوہی، مفتی محمود حسن۔ **فتاویٰ محمودیہ، ترتیب و تعلیق:** مولانا سلیم اللہ خان۔ کراچی: دار الافتاء، جامعہ فاروقیہ، 2005ء
8. لدھیانوی، رشید احمد۔ **احسن الفتاویٰ**۔ کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، طبع ثانی، 1425ھ۔
9. محمد، نور (شہید)۔ **جدید فقہی مسائل و رسائل**۔ وزیرستان (وانا): مکتبہ دار العلوم، طبع ثانی، ستمبر 2015ء۔
10. عثمانی، محمد تقی۔ **تکملۃ فتح الملہم**۔ کراچی: دار العلوم کراچی، س ن۔
11. عثمانی، محمد تقی۔ **فقہ البیوع**۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1436ھ / 2015ء۔